گذشتہ سے پیوستہ　حکیم عبدالرحمن خلیق

حضرت عمرو بن العاص رضؓ جن کی تاریخی عظمت سیاسی اور گروہی تعصب کی نذر ہو گئی

اس روایت کا پہلا جزو صدہا نسخہ ہائے قرآن کا نیزوں پر لٹکا کر اٹھانا اور اچھالنا ہے　مگر اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ آپ نے کبھی اس حقیقت پر بھی غور کیا کہ اس زمانہ میں جب نہ لکھنے پڑھنے کا کچھ اتنا زور تھا، نہ کاغذ دستیاب تھا، نہ کاتبوں کا ہجوم تھا نہ طباعت کی آسانیاں تھیں۔ نہ نشر و اشاعت کے ادارے تھے نہ کتب فروشوں کا بازار تھا۔ لوگ قرآن کریم کے اجزاء کو یا تو زبانی یاد رکھتے تھے یا پھر ٹاٹ، چمڑوں، درختوں کی چھال اور ٹھیکریوں پر لکھ کر اسے محفوظ رکھتے تھے۔ ان حالات میں یہ صدہا قرآن کریم کہاں سے اچھل آئے۔

اور یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ حضرت عمروؓ نے حالات کی نزاکت کو دیکھا تو بھاگم بھاگ حضرت معاویہؓ تک پہنچے اور اپنی تجویز ان کے سامنے رکھی۔ حضرت معاویہؓ نے جب یہ حالات سنے تو فوراً اس تجویز پر عمل کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عمرو واپس آئے اور دوسرے ہی لمحے پورے محاذ جنگ کو قرآن کریم نے گھیر رکھا تھا۔

یقیناً یہ نازک مرحلہ اچانک ہی آگیا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرو کو حالات کی نزاکت کا مقابلہ کرنے کے لیے حد پریشانی تھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تجویز کے مطابق اس تدبیر پر عمل کرنے کی بھی بلا تاخیر ہی ضرورت تھی ورنہ تجویز بے کار اور تدبیر بے اثر ہو کر رہ جاتی۔

اور یہ محض قیاس ہی نہیں حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ یہ جنگ اگرچہ یکم صفر ۳۷ھ سے ہی شروع ہو چکی تھی مگر ۹ صفر کی صبح تک جنگی صورت حال کسی فریق کے لیے بھی مہیب یا پریشان کن نہیں تھی۔ ۹ صفر کی دوپہر سے جنگ اگلے موڑ کی طرف پڑی اور اچانک ہی ہولناکی میں بدل گئی اور اس نے ۱۰ صفر تک بے حد شدت اختیار کر لی اور یہ ایک ایسا واقعہ اور ایسی حقیقت ہے جسے بالکل انہی لفظوں میں شیعہ اور سُنی

سارے ہی مؤرخین نے تسلیم کیا ہے۔ طبری ابن کثیر اور ابن اثیر بھی اس کو مانتے ہیں اور مسعودی اور ابن قتیبہ جیسے شیعہ مؤرخین کو بھی اس سے انکار نہیں۔

۸ صفر ۳۷ھ کو حضرت علیؓ نے اپنی فوج کے سامنے جنگی خطبہ کے طور پر ایک آتش بار تقریر کی جس سے پوری فوج کے جذبات بھڑک اُٹھے اور ان کے لشکریوں کے دل و دماغ میں ہزاروں بھونچال بسے گئے۔ رگوں میں خون کھولنے لگا اور آنکھیں انگارے برسانے لگیں۔

جنگ اب تک معمولی فوجی جھڑپ سے آگے نہ بڑھ سکی تھی مگر ۹ صفر کی صبح کو جب فریقین میدان میں نکلے تو ان کے تیور بدلے ہوئے تھے۔ وہ اچانک ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے اور چھیڑ چھاڑ ہولناکی میں داخل ہو گئی۔ ۱۰ صفر کی صبح تک گھمسان کی جنگ جاری ہو چکی تھی۔ فریقین کے خطباء و شعراء اپنے آتشیں خطبوں اور شعلہ بار رزمیہ نظموں سے میدان میں آگ برسا رہے تھے۔ قلب گرما گئے۔ جذبات میں طوفان بس گئے۔ تلواروں میں بجلیاں تڑپنے لگیں اور زمین انسانی خون سے سرخ ہو گئی۔ شام تک جنگ ترازو کے تول تلی رہی۔

فریقین ایک دوسرے کو سانس لینے کا بھی موقعہ نہیں دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس روز یہ ہولناک جنگ شام کو بھی ملتوی نہ ہوئی اور خاک و خون کا یہ لرزا دینے والا خوفناک کھیل شب بھر جاری رہا۔ تاریخی روایات کے مطابق ۱۱ صفر ۳۷ھ کی صبح کو شامی لشکر کی ہمت پست اور حالت پتلی ہونے لگی تو حضرت عمروؓ کو اچانک ہی قرآن کریم کے دامن میں پناہ لینے کی یہ تدبیر سوجھی۔

بات بالکل واضح ہے کہ جونہی حضرت عمرو کے دماغ میں یہ تدبیر اچھلی۔ وہ بلا تاخیر معاویہؓ کے پاس پہنچے وہاں سے اس پر عمل کی فوری منظوری حاصل کی اور اگلے ہی لمحے قرآن کریم کے صدہا نسخے نیزوں پر باندھ کر میدان جنگ میں ہر طرف پھیل گئے۔ عمروؓ کی تدبیر کامیاب رہی۔ حضرت علی کے لشکریوں نے تلواریں رکھ دیں اور عمرو کے حسب منشا جنگ رُک گئی اور ظاہر ہے کہ تدبیر پر عمل کرنے کے یہ سارے مرحلے چند گھنٹوں کے اندر اندر ہی طے ہو گئے تھے۔ اور ضرورت بھی اسی بات کی تھی کہ یہ سب کچھ فوراً اور بلا تاخیر ہو ورنہ سہل کاری تو صاف شکست کا پیش خیمہ تھی۔

اب ذرا آپ پھر وہیں لوٹ چلیئے جہاں سے آپ موقعۂ جنگ کا معائنہ کرنے نکلے تھے اور اس پوری صورت حال کو جس کا آپ نے نظارہ کیا ہے۔ جائزہ کی میزان پر اتارنے کے لیے ایک لمحہ کے لیے

ٹھہر جائیے۔ اور فرمائیے کہ:۔

- ایک ہی لمحے قرآن کریم کے یہ صدہا نسخے کہاں سے حاصل کر لیے گئے؟
- کاتبوں کی وہ فوج کہاں سے ٹپک پڑی یا اگ آئی جس نے اپنی کتابت کی معجز نمائیوں سے ہمارے اس مشینی دور کو بھی مات کر دیا جن کی قلم کاری راکٹ اور میزائل کی رفتار سے چلی اور برق کے سانچے میں ڈھل کر نکلی، سورج کی رفتار سے کاغذ کے تختے بچھ گئے اور شعاع کی رفتار سے قرآن کریم چھپ چھپ کر نکلنے لگے اور چشم زدن میں سینکڑوں ہی قرآن تیار ہو کر نیزوں پہ بلند ہو گئے۔
- آخر آنکھ کی جھپکی میں یہ ہزاروں قلم کار کہاں سے پیدا ہو گئے؟
- کاغذ کہاں سے درآمد کیا گیا؟
- درختوں کی چھالیں کیونکر فوراً ہی لکھنے کے قابل بنالی گئیں۔
- جانوروں سے چمڑے کیونکر فی الفور اتار لیے گئے اور پھر فوراً ہی کتابت کے لائق کیسے بنا لیا گیا؟
- چمڑے کی کسی مارکیٹ کا پتہ دیجئے۔
- کاغذ کی کسی منڈی کا نشان بتائیے۔
- کاتبوں کے کسی ادارہ کی نشان دہی کیجئے

آخر آپ کی عقل کی ترازو معقولیت کے کسی بٹے تو ضرور ہی پوری اترتی ہو گی۔ لائیے ذرا ہم بھی تو دیکھیں۔

اس روایت کا دوسرا جزو یہ ہے کہ جونہی شامی لشکر میں قرآن بلند ہوئے حضرت علیؓ کے لشکر نے وہیں تلواریں رکھ دیں اور اعلان کیا کہ ہمیں قرآن کا فیصلہ منظور ہے۔

روایت کے اس حصہ پر ایمان لانے سے قبل بھی کچھ امور لائق توجہ ہیں مثلاً:۔

- عراقی لشکر کو جب نیزوں پہ کچھ کتابیں یا کتابوں کے اجزاء لٹکتے اور بندھے نظر آئے تو انہیں کیونکر یہ پتہ چلا کہ یہ کتبے دراصل قرآن کریم کی جلدیں اور مصحف اعظم کے پارے ہیں؟
- انہوں نے یہ کیونکر معلوم کر لیا کہ قرآن کریم کو یوں بلند کرنے سے شامیوں کا مطلب یہ ہے کہ "آؤ ہم قرآن کریم کو اپنا منصف مان لیں"
- قرآن کریم کا یہ تماشا میدان جنگ میں ہر طرف ہی برپا تھا اور قرآن کریم کے صدہا نسخوں کا اچانک ہی یوں سامنے آجانا۔ عراقیوں کے نزدیک بھی ایک امر مستبعد ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ وہ بھی اسی زمانہ

کی مخلوق اور اس زمانہ کے حالات سے آگاہ تھے۔ انہوں نے اسے فریب کیوں نہ قرار دیا؟ جھوٹ کیوں نہ سمجھا۔ انہوں نے اس صورت حال کو شامیوں کی ہی نگاہ سے کیوں دیکھا اور نیزوں پر اچھلنے والی کتابوں کو قرآن کریم ہی سمجھ لینے سے ان سے قرآن کا سا معاملہ کیوں روا رکھا؟

فرمائیے:۔

اس روایت کو آپ نے الہامی سطح پر صحیح سمجھ کر نقل کر کے اور اس پر ایمان لا کر اپنی حقیقت نگاری اور ایمانی بصیرت کا کہاں تک ثبوت دیا ہے؟

آپ کے فہم و فکر اور عقل و خرد کی متاع عزیز کی کتنی مقدار اس یقین کے اندر شامل ہے!

پھر دوسروں کے فکر و نظر نے آپ کی ثقاہت پر اعتماد کر کے جس گمراہی کو غیر شعوری طور پر قبول کر لیا ہے اس کی ذمہ داری کس پر ہے؟

اس روایت کا تیسرا جزو حضرت علیؓ کی ذات گرامی پر سخت حملہ اور ان کے ساتھیوں کی بزدلانہ بدعہدی اور خلافت و امامت حقہ سے استخفاف اس کے احکام کی صریح نافرمانی اور بغاوت کے جرائم کی عکاسی کرتا ہے۔

حیرت ہے کہ شیعہ رواۃ کو بھی شیعانِ علیؓ کے حق میں یہ شرمناک تہمت قبول کرتے کیوں جھجک محسوس نہ ہوئی اور انہوں نے اس پر صاد کی بجائے احتجاج کیوں نہ کیا بلکہ انہوں نے تو یہ روایت رد کرنے کی بجائے خود اختراع کی ہے اور یہ تک نہ جان سکے کہ اس روایت کے بموجب اگر ایک طرف وہ عمروؓ اور معاویہ کی رسّی کو گم کر سکیں گے تو اس کی وجہ سے خود ان کی اپنی بھینس گم ہو جائے گی۔ اور عمروؓ کے فریب کو تو وہ کیا ظاہر کر سکے، علیؓ کے ساتھیوں کے ایمان اور اطاعتِ امیر کا نقشہ البتہ شیعی سند کے ساتھ ضرور سامنے آگیا ہے۔

اور پھر معلوم نہیں اہل سنت رواۃ نے بھی معاملہ پر کیوں غور نہ فرمایا اور بلا سوچے سمجھے ایک شیعی روایت اپنے تمام تر معائب سمیت اپنے ہاں بے کھٹکے نقل کر لی۔

راویت کا یہ حصہ واضح طور پر حضرت علیؓ کے ساتھیوں کی نافرمانیوں، بغاوت آمیز سرکشیوں اور اطاعتِ امیر سے سنگدلانہ انحراف کی افسوسناک داستان پر مشتمل ہے۔ اور یہ ساتھی وہی ہیں جو حضرت علیؓ کو امامِ حق سمجھ کر ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر کے نکلے تھے جو علیؓ کی خلافت کو خلافتِ رسالت اور خود علیؓ کو خلیفۂ رسول سمجھتے تھے اور جن کے نزدیک علیؓ ویسے ہی خلیفۂ رسول تھے جیسے ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ تھے